سرکاری عہدوں اور وسائل کا صحیح استعمال سیرت النبی کی روشنی میں

Responsible use of Government Positions and Resources in the light of the Prophetic teaching.

Dr. Kafaitullah Hamdani
Associate Professor/ Head of Arabic Department
National University of Modern Languages. Islamabad
kuhamdani@numl.edu.pk

Dr. Mushtaq Ahmed
Associate Professor, department of Islamic and Arabic Studies
University of Swat

Abstract

Management is essential for the better functioning of human society. Because the solution to the problems of human society lies in the equitable distribution of available resources. To meet this need, responsible and eligible individuals of the society are assigned key posts and hard tasks. Naturally, when a person has acquired power and authority, his examination begins at that very moment. If he does not get proper guidance in the relevant field, he may be betraying and misuse his authorities. The Prophet (PBUH) is the only being, who guides humanity at every sphere of life . He is a perfect, complete, beautiful and ideal human being. He has left a perfect example for everyone in

life. This paper deals with the great and exemplary teachings of the Holy prophet for all mankind.

Key words: Prophet, Role Model, Responsibilities, Issues, Solutions.

تمام انسانوں کیلئے وہی شخص نمونہ قرار دیا جاسکتا ہے جس میں یہ کمالات پائے جائیں۔ اوّلین اسے زندگی کی ساری ضرورتیں اور مسائل درپیش ہوں اور وہ انہیں بحسن و خوبی حل کر سکے، دوم اس کے بنائے ہوئے اصول و ضوابط ہر لحاظ سے کامیاب رہے ہوں تاکہ کوئی انسان اگر اس کے بنائے ہوئے اصولوں پر چلے تو منزل مقصود پر پہنچ جائے۔ مثلاً ایک شخص ایک ہی وقت میں باپ و خاوند، مدّبر سیاستدان، ماہر حربیات و سپہ سالار ہو، یہ واقعی ایک کمال ہے، لیکن ان سے زیادہ کمال یہ ہے کہ اس کی زندگی کے ان تمام پہلوؤں میں سے ہر ایک پہلو اپنی جگہ کامل ہو، ناقص نہ ہو۔

سربراہ حکومت، قائد، لیڈر اور حاکم تقریباً ایک ہی مفہوم رکھتے ہیں۔ کوئی جماعت، لشکر، خاندان اور گھر اپنے قائد کے بغیر کسی میدان میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتی جس طرح ایک دفتر کا ایک سربراہ ہوتا ہے اور دفتر کے تمام افراد اُس کی سربراہی میں کام کرتے ہیں اور یہ دفتر اس کی سربراہی میں کامیابی سے چل رہا ہوتا، اسی طرح میدان سیاست میں ایک منصبدار اور عہدہ دار کی ضرورت ہوتی ہے۔ منصب دار اور عہدہ دار کے بغیر کامیابی حاصل کرنا انتہائی مشکل ہے۔ اس مضمون میں ہم سرکاری مناصب اور عہدوں کا ذمہ دارانہ استعمال کے بارے میں قرآن کریم اور آقا ﷺ کے فرمودات کی روشنی میں جائزہ لیں گے [1]

سرکاری مناصب و عہدہ کے معنی و مفہوم

لفظ سرکاری، سرکار سے ماخوذ ہے جسکے مختلف معنی ہیں "حکومت، گورنمنٹ، آقا، مالک، سردار، معشوق یا بے تکلف دوست، شاہی دربار، عدالت بارگاہ"۔ لفظ سرکاری، سرکار کی صفت ہے، جس کا مطلب "سرکار کا، حاکم کا، حاکمانہ"۔ اور اسی سے سرکاری اہل کار ہے جس کو حکومت کا ملازم، محرر منشی وغیرہ کہا جاتا ہے۔

لفظ منصب مذکر ہے اس کے معنی ہیں "رتبہ، عہدہ، درجہ، مرتبہ کام خدمت، حوصلہ، مجال، طاقت"ہے، یہ لفظ عام طور پر ص کے نیچے زیر سے بولا جاتا ہے۔ اس کی جمع مناصب ہے۔ جس کے پاس کوئی منصب ہو اس کو منصب دار یعنی عہدے دار، عامل، عالم، نسلا بعد نسل وظیفہ پانے والا۔ منصبی منصب سے منسوب ہے عہدے سے متعلق جیسے فرض منصبی۔

ذمہ دارانہ میں "ذمہ "کا مطلب "ضمانت، کفالت، ضامنی، عہد وپیمان، سپردگی، تحویل، امانت، جواب دہی مواخذہ، بار، فرض، نوکری، وفاداری"، جبکہ ذمہ دار میں ضامن کفیل جوابدہ، فرض شناش کے مطالب شامل ہیں۔ ذمہ دارانہ کا مطلب ہے ذمہ داری کے ساتھ[2]۔

گویا کہ سرکاری مناصب کا ذمہ دارانہ استعمال کا مطلب ہے کہ انسان کو جو عہدہ اس عارضی دنیا میں سونپا گیا ہے وہ اس کو انتہائی ایمانداری، فرض شناسی سے ادا کرے اور اس کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے اور اس کے راستے میں آنے والی ہر رکاوٹ ومشکل کو بالائے طاق رکھ کر سرانجام دے خواہ اس کو اپنے خاندان، اہل وعیال اور اپنی ذاتی ضروریات کو ہی قربان کیوں نہ کرنا پڑے۔

مناصب کی اقسام

میری ناقص اور ذاتی رائے کے مطابق دور حاضر میں سرکاری مناصب کی چند اقسام یہ ہو سکتی ہیں:۔

معاشرتی مناصب

یہ مناصب انسان کو کسی ڈیمانڈ یا خواہش کے بغیر ہی عطا کئے جاتے ہیں جس کو انسان نے بہر صورت ادا کرنا ہوتا ہے۔ ان سے کوتاہی برتنا اس کے لئے کسی بھی صورت میں ممکن نہیں یعنی کہ ہر انسان کسی نہ کسی کا ہمسایہ ہوتا ہے اور اس منصب کا اس کو ہر طرح سے اس کو نبھانا پڑتا ہے۔ اور اس کی ادائیگی کی صورت میں اس کو کسی انعام واکرام کی امید نہیں ہوتی۔ اس کے فرائض معاشرے کی ترقی کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتے رہتے ہیں۔

قانونی مناصب

یہ مناصب انسان کو قانون کی طرف سے عطا کئے جاتے ہیں ان سے کوتاہی کی صورت میں قانون حرکت میں آتا ہے اور اس کے نادہندہ کو سرزنش کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔

سیاسی مناصب

یہ مناصب زیادہ تر انسان خود خواہش کر کے حاصل کرتا ہے اس کی خواہش ہوتی یہ کہ اس کو سیاسی مناصب مل جائیں تاکہ اس کی معاشرے میں عزت بڑھ سکے اور وہ ہر جگہ اپنے اس منصب کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے۔ اسلام اس طرح کے مناصب کی خواہش کرنے والوں کیلئے مناسب قوانین مہیا کرتا ہے۔

معاشی مناصب

یہ مناصب انسان معاشرے میں اپنی معاشی حیثیت کی وجہ سے حاصل کرتا ہے، معاشی حیثیت کسی بھی معاشرے میں روح کی حیثیت رکھتی ہے اس کا حصول ہر فرد کی ذاتی اور دلی خواہش ہوتی ہے، یہ مناصب انسان کی ظاہری واندرونی ظرف کی کشادگی کو معاشرے میں کھول کر پیش کرتے ہیں اور انسان کی مالی ہوس کا بھی اظہار کرتے ہیں۔

انفرادی مناصب

یہ مناصب انسان معاشرے میں خود ہی حاصل کرتا ہے اور ان کی وجہ سے ہی وہ پہچانا جاتا ہے، یہ کلیدی منصب ہے جو انسان کو معاشرے کی خدمت کرنے پر اکساتا ہے اور خوف خدا کی طرف انسان کا باطن جھک جاتا ہے یا پھر فرعونیت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

عائلی مناصب

یہ مناصب انسان جونہی آنکھ کھولتا ہے اس کو ملنا شروع ہو جاتے ہیں اور ان کا پاس رکھنا اس کیلئے قابل فخر ہوتا ہے اسی سے معاشرے میں اس کی ناک اونچی ہوتی ہے بعض حالات میں ان فرائض سے عہدہ بر آں ہونا اس کی مجبوری بن جاتی ہے بہر حال اس کو یہ ڈیوٹی سرانجام دینا ہی ہوتی ہے۔

سرکاری مناصب و فرائض کا ذمہ دارانہ استعمال قرآن کی نظر میں

اللہ کریم مسلمانوں کے حکمرانوں کیلئے قرآن کریم میں یوں ضابطہ اخلاق مقرر فرماتے ہیں تا کہ وہ کلام الہٰی پر عمل کر کے اللہ کے دین کو تمام دنیا میں پھیلا دیں۔ اللہ کریم دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:۔

☆ وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ لِاَمٰنٰتِہِمۡ وَعَہۡدِہِمۡ رَاعُوۡنَ[3]

ترجمہ:۔ اور جو اپنی امانتوں سے اور اپنے اقرار سے خبردار ہیں۔

☆ اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَہَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ[4]

مفہوم:۔ شروع اللہ کریم کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو نماز قائم کریں گے، زکواۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے، اور برائیں سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔

☆ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ لِلّٰہِ شُہَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ ۫ وَلَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعۡدِلُوۡا[5]

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! کھڑے ہو جایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی اور کسی قوم دشمنی کے باعث انصاف کو ہر گز نہ چھوڑوں۔

☆ اِعْدِلُوْا، هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى[6]۔

ترجمہ:۔عدل کرو یہی بات زیادہ ہے تقویٰ سے۔

دوسرے مقام پر اللہ کریم مسلمان حکمرانوں کی یوں راہنمائی فرماتے ہیں:۔

☆ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ط اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ[7]

ترجمہ: بے شک اللہ تم کو فرماتا ہے کہ پہنچادو امانتیں امانت والوں کو اور جب بھی فیصلہ کرو لوگوں کے درمیان تو فیصلہ کرو انصاف سے بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں بہت ہی اچھی بات کی نصیحت فرماتا ہے

سرکاری مناصب کا توازن برقرار رکھنے والے امور تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

اسلام انسانی معاشرے میں حاکم کو خوش حال دیکھنا چاہتا ہے اس لئے اس نے حاکم کے لئے ایک ضابطہ اخلاق مرتبہ کیا ہے جس پر عمل کرکے وہ معاشرے میں اپنے ملک و قوم کی سربلندی کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے۔حاکم کیلئے ضروری چند محاسن کا تذکرہ کیا جائے گا۔

دیانت داری

معاشی اور معاشرتی تعلقات کی استوار کیلئے دیانت ایک بنیادی شرط ہے، جس معاشرے سے دیانت داری ختم ہو جائے وہاں باری باری قومیء سطح سے نجی سطح تک، بیرونی معاملات سے اندرونی معاملات تک اور انفرادی معاملات سے لے کر گھریلو تعلقات تک ہر جگہ ناقابل اصلاح بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے، ایک دوسرے پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ اسلام اپنے نام لیواؤں کو ان تمام نقصانات سے بچانے کیلئے دیانت داری کی تلقین کرتا ہے۔ دیانت داری حاکم کیلئے تو بہت ہی ضروری ہے[8]۔

ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا لا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ ط اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا[9]

ترجمہ: بے شک اللہ تم کو فرماتا ہے کہ پہنچادو امانتیں امانت والوں کو اور جب بھی فیصلہ کرو لوگوں کے درمیان تو فیصلہ کرو انصاف سے بے شک اللہ تعالیٰ بہت ہی اچھی بات کی نصیحت کرتا ہے تمھیں، بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا ہر چیز دیکھنے والا ہے۔

اللہ کریم دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:۔

وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَعَھْدِھِمْ رٰعُوْنَ o

ترجمہ:۔ اور جو اپنی امانتوں سے اور اپنے اقرار سے خبردار ہیں[10]

نبی کریم ﷺ کے بارے میں کون نہیں جانتا کہ آپ ﷺ منصب نبوت پر سرفراز ہونے سے قبل بھی عرب کے بددیانت معاشرے میں صادق اور امین کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ آپ ﷺ کے احساس دیانت کا یہ عالم تھا کہ مدینے ہجرت کرتے وقت بھی ان لوگوں کی امانتوں کی ادائیگی کا اہتمام فرمایا جو آپ ﷺ کے قتل کے درپے تھے۔ اسلام نے دیانت کے مفہوم کو محض تجارتی کاروبار تک محدود نہیں رکھا بلکہ وسعت دے کر جملہ حقوق العباد کی ادائیگی کو دیانت کے دائرے میں شامل کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ محفل میں کی جانے والی باتیں بھی امانت ہیں یعنی ایک جگہ کوئی بات سن کر دوسری جگہ جاسنانا بھی بددیانتی میں داخل ہے۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر مسلمانوں کو تلقین کی گئی کہ وہ اپنی تمام جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کو اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی امانتیں سمجھیں اور ان سب کو اس احساس کے ساتھ استعمال کریں کہ ایک روز اللہ تعالیٰ کو ان کا حساب دینا ہے۔ دیانت کی اس تعریف کے پیش نظر ناممکن ہے کہ کوئی شخص مسلمان بھی ہو اور بددیانت بھی اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "جس میں دیانت نہیں اس میں امانت نہیں"

ایفائے عہد

انسانوں کے باہمی تعلقات میں ایفائے عہد یعنی وعدہ پورا کرنے کو جو اہمیت حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں ہمارے اکثر معاملات کی بنیاد وعدوں پر ہوتی ہے خصوصی طور پر ہمارے دور کے چالاک حاکم تو وعدے کرنے میں کچھ زیادہ ہی تیز نظر آتے ہیں ان کی بیخ کنی اسلام نے مناسب انداز میں فرمائی ہے۔ وعدے پورے ہوتے رہیں تو معاملات ٹھیک رہتے ہیں اگر ان کی خلاف ورزی شروع ہو جائے تو سارے معاملات بگڑ جاتے ہیں، اسی بگاڑ سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کیلئے اسلام ایفائے عہد کی تلقین کرتا ہے اور سرکاری منصب دار اور عہدے کیلئے ان کو لازمی قرار دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَاَوْفُوْا بِالْعَھْدِ ج اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْؤلاً[11]

ترجمہ:۔ اور پورا کرو عہد کو بے شک عہد کی پوچھ ہو گی۔

انسان کے تمام وعدوں میں اہم ترین عہد وہ ہے جو اس نے یوم ازل سے بندگی کے معاملے میں اپنے خالق سے کیا ہے۔ قرآن عظیم نے اس کی یاد دہانی اس انداز سے کرائی ہے:۔

وَبِعَھْدِ اللہِ اَوْفُوْا ط ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ[12]

ترجمہ:۔ اور اللہ کا عہد پورا کرو تم کو یہ حکم کر دیا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔

ایک اور مقام پر باہمی معاہدوں اور اجتماعی رشتوں کی پاسداری کا لحاظ رکھنے کی ہدایت اس طرح فرمائی گئی۔

الَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَھْدِ اللہِ وَلَا یَنْقُضُوْنَ الْمِیْثَاقَ۔ وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ[13]

ترجمہ:۔ وہ لوگ جو پورا کرتے ہیں اللہ کے عہد کو اور نہیں توڑتے اس عہد کو اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں جن کو اللہ نے فرمایا ملانا۔

نبی کریم ﷺ نے سخت سے سخت حالات میں بھی عہد کی پابندی فرمائی، مثلاً جب صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت ابو جندلؓ کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اپنے جسم کے داغ دکھائے کہ اہل مکہ نے انہیں مسلمان ہو جانے پر کتنی اذیت دی ہے اور درخواست کی کہ انہیں مدینہ ساتھ لے جایا جائے تو آپ ﷺ نے اس شفقت کے باوصف جو آپ ﷺ کو مسلمانوں سے تھی انہیں اپنے ہمراہ مدینے لے جانے سے محض اس لئے انکار کر دیا کہ قریش سے معاہدہ ہو چکا تھا کہ مکہ سے بھاگ کر آنے والے مسلمانوں کو مدینہ سے لوٹا دیا جائے گا۔ حضرت ابو جندلؓ کی دردناک حالت تمام صحابہ کرامؓ کیلئے بے قراری کا باعث تھی۔ لیکن صلح نامہ حدیبیہ کی پاسداری کے پیش نظر سب نے صبر و تحمل سے کام لیا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے خطبوں میں اکثر یہ بات فرماتے تھے۔

لَادِیْنَ لِمَنْ لَا عَھْدَ لَہٗ[14]

ترجمہ:۔ جسے وعدے کا پاس نہیں اس میں دین نہیں۔

حاکم کیلئے ضروری ہے کہ وہ بطور خاص ایفائے عہد کی پاسداری کریں۔

سچائی

سچائی ایک ایسی عالمگیر حقیقت ہے جسے تسلیم کئے بغیر انسان سکھ چین کا سانس نہیں لے سکتا۔ نبی کریم ﷺ نے اس بات کو نہایت جامعیت کے ساتھ یوں ارشاد فرمایا۔

الصدق ینجی والکذب یھلک[15]

ترجمہ: سچائی انسان کو ہر آفت سے محفوظ رکھتی ہے اور جھوٹ اسے ہلاک کر ڈالتا ہے۔

قرآن کریم میں باری تعالیٰ نے اپنے صادق القول ہونے کا ذکر فرمایا۔ مثلاً

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا[16]

ترجمہ:۔اور اللہ سے سچی بات کس کی ہے۔

اس طرح قرآن کریم میں انبیاء کی اس صفت کا بطور خاص ذکر کیا گیا ہے کہ وہ راست گفتار تھے۔سچائی کا سرچشمہ اللہ کی ذات ہے۔تمام انبیاء نے وہیں سے سچائی حاصل کی اور دنیا میں پھیلائی۔اس سچائی سے انکار کرنے والا زندگی کے ہر معاملے میں جھوٹ اور باطل کی پیروی کرتا ہے اور ہلاک ہو کر رہتا ہے۔لیکن قرآن مجید میں اس کے مفہوم میں قول کے ساتھ عمل اور خیال تک کی سچائی شامل ہے۔یعنی صادق وہ ہے جو نہ صرف زبان ہی سے سچ بولے، بلکہ اس کے فکر و عمل میں بھی سچائی رچی بسی ہو یہ چیز حاکم کی حکومت کو دوام دیتی ہے۔

عدل و انصاف

عدل و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کا جائز حق بآسانی مل جائے، نظام عدل کی موجودگی میں معاشرے کے امور بخیر و خوبی سرانجام پاتے ہیں اور بے انصافی کی وجہ سے معاشرے کا ہر شعبہ مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔بعثت نبوی ﷺ سے قبل دنیا عدل و انصاف کے تصور سے خالی ہو چکی تھی۔طاقتور ظلم و ستم کو اپنا حق سمجھنے لگے تھے اور کمزور اپنی مظلومیت کو مقدار سمجھ کر برداشت کرنے پر مجبور تھے۔دین اسلام کے طفیل ظلم و ستم کا یہ کاروبار بند ہوا اور دنیا عدل و انصاف کے اس اعلیٰ معیار سے آشناء ہوئی جس نے رنگ و نسل اور قوم و وطن کے امتیازات کو مٹا کر رکھ دیا۔ناانصافی کی بنا پر انسانوں کے مختلف طبقوں اور گروہوں کے درمیان نفرت کی جو دیوار کھڑی ہو گئی تھی۔اسلام نے اسے گرا کر انسان کو انسان کے شانہ بشانہ لا کھڑا کیا۔اس طرح لوگوں کے درمیان انس و محبت کا وہ رشتہ استوار ہوا جو انسان کیلئے سرمایہ افتخار ہے۔اسلام وہ دین ہے جس نے عدل و انصاف کے معاملے میں بلا امتیاز تمام نسل انسانی کے درمیان مساوات قائم کرنے کا حکم دیا۔قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰہِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا ط اِعْدِلُوْا قف هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی زوا تَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ[17]

ترجمہ :۔اے ایمان والو! کھڑے ہو جایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی اور کسی قوم دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑوں۔عدل کرو یہی بات زیادہ ہے تقویٰ سے۔

رنگ و نسل کی طرح اسلام کے تصور عدل میں کسی کے اعلیٰ منصب اور مرتبے کی کوئی اہمیت نہیں۔ نبی کریم ﷺ کے وہ ارشادات آب وزر سے لکھے جانے کے قابل ہیں جو آپ ﷺ نے قبیلہ بنی مخزوم کی فاطمہ نامی خاتون کی چوری سے متعلق سزا کی معافی کی سفارش دن کر ارشاد فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا"تم سے پہلے قومیں اسی سبب سے برباد ہوئیں کہ ان کے چھوٹوں کو سزا دی جاتی تھی اور بڑوں کو معاف کر دیا جاتا تھا۔ خدا کی قسم! اگر فاطمہؓ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔"

اسلامی حکومت کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ اس نے اپنے باشندوں کو ہمیشہ بے لوث انصاف فراہم کیا ہے اور حقیقت میں اسلامی حکومت کا اصل مقصد ہی نظام عدل کا قیام ہے۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ نے سلطان عادل کو خدا کا سایہ قرار دیا۔

احترام قانون

جس طرح قدرت کا نظام چند فطری قوانین کا پابند ہے۔ اسی طرح معاشرے کا قیام و دوام معاشرتی اخلاقی اور دینی احکام و قوانین پر موقوف ہے۔ یوں تو دنیا کا کم عقل سے کم عقل انسان بھی قانون کی ضرورت اس کی پابندی اور اہمیت کا اعتراف کرے گا، لیکن کم لوگ ایسے ہیں جو عملاً قانون کے تقاضے پورے کرتے ہوں۔ عصر حاضر میں دو افراد کے باہمی معاملات سے لے کر بین الاقوامی تعلقات تک لوگ ضابطے اور قانون کی پابندی سے گریزاں ہیں اور لاقانونیت کے اس رحجان نے دنیا کا امن و سکون غارت کر دیا ہے، سوال یہ ہے کہ انسان قانون کی افادیت کا قائل ہونے کے باوجود اس کی خلاف ورزی کیوں کرتا ہے اس کی دو اہم وجوہ ہیں:۔

۱۔ خود غرضی اور مفاد پرستی۔

۲۔ اپنے آپ کو قانون سے بالاتر سمجھنا۔

اسلام ان دونوں وجوہ کا بخوبی تدارک کر کے مسلمانوں کو قانون کا پابند بناتا ہے۔ ایک طرف وہ انہیں خدا پرستی اور ایثار و سخاوت کا درس دیتا ہے تو دوسری طرف ان میں آخرت کی جواب دہی کا احساس و شعور پیدا کرتا ہے۔ اسلام انہیں احساس دلاتا ہے کہ وہ اپنے اثر و رسوخ یا دھوکے فریب سے دنیا میں قانون کی خلاف ورزی کی سزا سے بچ بھی گئے تو آخرت میں انہیں خدا کی گرفت سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ آخرت میں جواب دہی کا یہی احساس اسلامی معاشرے کے گناہ میں ملوث ہو جانے والے افراد کو از خود عدالت میں جانے پر مجبور کرتا ہے اور وہ اصرار کرتے ہیں کہ انہیں دنیا میں سزا دے کر پاک کر دیا جائے تاکہ وہ آخرت کی سزا سے بچ جائیں۔

لوگوں کے دلوں میں قانون کے احترام کا سچا جذبہ پیدا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ خود حکمرانی طبقہ بھی قانون کی پاسبانی کرے اور اپنے اثر و رسوخ کو قانون کی زد سے بچنے کا ذریعہ نہ بنائے۔ آج دنیا میں قانون کے سامنے سب کے برابر ہونے کا چرچا تو بہت ہے۔ لیکن دنیا کا شائد ہی کوئی دستور یا آئین ایسا ہو جس میں حکمران طبقے کو مخصوص مراعات مہیا نہ کی گئی ہوں اور قانون میں آقا و غلام اور شاہ و گدا کا کوئی امتیاز نہ ہو۔ اسلامی تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ کی زرہ گم ہو گئی اور ایک یہودی سے ملی۔ خود خلیفہ وقت ہونے کے باوصف آپ اسے قاضی کی عدالت میں لے گئے اور جب اس نے آپ کے بیٹے اور غلام دونوں کی گواہی ان سے قریبی تعلق کی بنا پر قبول کرنے سے انکار کر دیا تو آپ اپنے دعویٰ سے دستبردار ہو گئے احترام قانون کی اس مثال نے یہودی کا اتنا متاثر کیا کہ وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

کسب حلال

کسب حلال کے بارے میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

یاَاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا[18]

ترجمہ:۔ اے رسولو! کھاؤ ستھری چیزیں اور کام کرو بھلا۔

چونکہ رسول اللہ تعالیٰ کہ طرف سے مبعوث ہوتے ہیں اور وہ اپنے دور کے حاکم بھی ہوتے ہیں تو قرآن نے ان کیلئے یوں تلقین فرمائی گئی:۔

یاَاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا[19]

ترجمہ:۔ اے لوگو! کھاؤ زمین کی چیزوں میں سے حلال پاکیزہ۔

مزید بر آں مسلمانوں کو خصوصی تاکید کی گئی۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ[20]

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو روزی دی ہم نے تم کو۔

اسلام میں عبادات اور معاملات کے ضمن میں کسب حلال کو بے حد اہمیت حاصل ہے۔ اس لئے عبادات کی مقبولیت کیلئے کسب حلال کو لازمی شرط قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ[21]

ترجمہ:۔ اور نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق۔

جس معاشرے میں ناجائز ذرائع آمدنی یعنی ناانصافی بد دیانتی رشوت سود خور چوری ڈاکہ زنی ذخیرہ اندوزی فریب دہی اور سٹے بازی کا رواج عام ہو جائے تو اس معاشرے کی کشتی تباہی کے گرداب میں پھنس کر رہ جاتی ہے اور بربادی اس معاشرے کا مقدر بن جاتی ہے۔ جب اس معاشرے کا حاکم حلال سے رزق حاصل کر رہا ہو گا تو اس کی رعایا بھی حلال کو اپنائے گی اور یوں معاشرے میں فلاح عام ہو جائے گی۔

ایثار

دنیا پرستی اگر انسان کو خود غرضی اور مفاد پرستی سکھاتی ہے تو خدا پرستی اس میں جذبہ ایثار پیدا کرتی ہے وہ خود تکلیف اٹھا کر خلق خدا کو راحت و آرام پہنچاتا ہے۔ اس کا عمل خدا کی بارگاہ میں شرف قبولیت پائے گا اور اخروی نعمتوں کے حصول کا سبب بنے گا۔ اگر ایک حاکم ایثار کرے گا تو اس کی قوم سکون کا سانس لے گی اسلام میں اس کا بطور خاص اہتمام کیا گیا ہے علاوہ ازیں غیر مسلم قوموں میں حاکم تمام مال خود بٹور لیتا ہے اور عوام کے حصے میں وعدے رہ جاتے ہیں اور یوں وہ معاشرہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔

دیگر محاسن اخلاق کی طرح نبی اکرم ﷺ ایثار و سخاوت کا بہترین نمونہ تھے اور سربراہ مملکت ہوتے ہوئے بھی انتہائی غربت و عسرت کی زندگی گزارتے تھے۔ خانہ مبارک میں ہفتوں چولھا نہیں جلتا تھا۔ لیکن آپ ﷺ کے گھر سے کوئی سائل محروم نہیں اٹھا۔ اپنے پاس کچھ موجود نہ ہوتا تو قرض لے جا کر حاجت مند کی حاجت پوری کرتے۔ ایک بار آپ ﷺ نے جانور ذبح فرمایا اور گوشت تقسیم کی غرض سے گھر بھیج دیا کچھ دیر بعد گھر میں آکر دریافت فرمایا کتنا تقسیم ہو گیا اور کتنا بچا۔ عرض کیا گیا کہ عمدہ گوشت تقسیم ہو گیا اور خراب قسم کا گوشت باقی رہ گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تقسیم ہو گیا ہے وہ رہ گیا ہے اور جو باقی بچا ہے حقیقت میں وہ چلا گیا ہے۔

صحابہؓ بھی جذبہ ایثار سے سرشار تھے اور اپنی ضرورت پر دوسروں کی حاجت کو ترجیح دیتے تھے۔ مشہور واقعہ ہے کہ رومیوں کے مقابلے میں جانے والی فوج کے ساز و سامان کیلئے مسلمانوں سے مالی اعانت طلب کی گئی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ گھر کا سارا سامان لے آئے ایک دفعہ حضرت عثمانؓ نے قحط کے زمانے میں باہر سے آنے والا غلہ دوگنے چوگنے منافع کی پیش کش کرتے ہوئے خریدا اور بلا معاوضہ تقسیم کر دیا۔

صحابہ کرامؓ کے ایثار کے سلسلے میں ایک واقعہ بڑا اثر انگیز ہے ایک بار کوئی بھوکا پیاسا شخص حضور پر نور ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ رسول کریم ﷺ کے دولت کدے پر پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ حسب دستور ایک انصاری صحابیؓ آپ ﷺ کے مہمان کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ گھر پہنچ کر بیوی سے معلوم ہوا کہ کھانا صرف بچوں کیلئے کافی ہے۔ انھوں نے کہا کہ

بچوں کو بہلا کر فاقے کی حالت میں سلا دو اور کھانا شروع کرتے وقت کسی بہانے چراغ بجھادو۔ تاکہ مہمان کو یہ اندازہ نہ ہو سکے کہ ہم کھانے میں شریک نہیں۔ ایسا ہی کیا گیا مہمان نے شکم سیر ہو کر کھانا کھالیا اور انصاری کا یہ پورا گھرانہ بھوکا سویا رہا۔ صبح جب یہ صحابیؓ حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ جل شانہ تمھارے رات کے حسن سلوک سے بہت خوش ہوئے ہیں، ایسے ہی ایثار پیشہ لوگوں کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

وَيُؤْثِرُوْنَ علی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْكَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ[22]

ترجمہ:۔ اور مقدم رکھتے ہیں ان کو اپنی جان سے اور اگرچہ ہو اپنے اوپر فاقہ۔

ہجرت کے موقع پر انصار مدینہ نے مہاجرین مکہ کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلے میں جس ایثار و قربانی کا ثبوت دیا اس کی مثال تاریخ عالم میں کہیں بھی نہیں ملتی۔

سرکاری مناصب میں عدل ہی کیوں لازمی؟

عدل ظلم کی ضد ہے۔ جس معاشرے میں عدل نہ ہو گا تو ظلم اس کی جگہ لے لے گا اور ظلم ہر معاشرے کیلئے تباہی کا باعث بنتا ہے۔ عدل کا تقاضا حقوق و فرائض میں توازن پیدا کرنا ہے۔ قرآن حکیم میں عدل و انصاف پر بہت زور دیا گیا ہے کہ عدل انسان کو اللہ کی محبت سے سرشار کر دیتا ہے جب انسان عدل کر رہا ہے تو ہر شے اس کے سامنے معمول بن جاتی ہے اور اللہ جل شانہ کی محبت اس کے دل میں رچ بس جاتی ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں:۔

یا یھا الذین امنوا کونو قوامین بالقسط[23]

اے ایمان والو! انصاف کے علمبردار اور اللہ جل شانہ کے لئے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ۔

یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدل کو ان اشیاء میں شامل فرمادیا ہے جن کی وجہ سے لوگوں میں مقابلہ ہوتا ہے کیونکہ جس چیز کو رب کائنات خصوصی اہمیت دیں۔ اسے رسول اللہ ﷺ کس طرح نظر انداز فرماسکتے ہیں اور یہ نظام عدل کی اہمیت کا بین ثبوت ہے۔

سرکاری اموال پر حکمرانوں کا حق

خلفائے راشدین نے بیت المال اور سرکاری اموال پر حاکم کا جتنا حق ہونا چاہئے اپنے بے داغ عمل سے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ سادہ کھاتے پیتے اور سادہ پہنتے۔ بیت المال سے ضرورت سے زیادہ ایک کوڑی بھی نہ لیتے تھے۔ مال غنیمت آتا تو عام مسلمانوں کے برابر حصہ لیتے ایک مرتبہ کسی نے ان سے پوچھا:۔

اللہ تعالیٰ کے مال میں سے آپ اپنے لئے کیا جائز سمجھتے ہیں؟"

فرمایا دو جوڑے کپڑے، ایک گرمیوں کیلئے اور دوسرا سردیوں کیلئے حج بیت اللہ اور عمرہ کیلئے ایک احرام اس کے علاوہ میرے اور میرے گھر کے ہر فرد کیلئے اتنا کھانا جو ایک عام آدمی کیلئے ضروری ہے۔ اس سے نہ کچھ کم اور نہ کچھ زیادہ۔

جب کبھی کوئی ہنگامی ضرورت پڑ جاتی تو مسلمانوں کا اجتماع بلاتے اور ان سے اجازت لے کر بیت المال سے کچھ لیتے۔ ایک مرتبہ آپ کی طبیعت ناساز ہوگئی اور دوا کیلئے شہد کی ضرورت پڑی، گھر میں شہد نہ تھا البتہ بیت المال میں موجود تھا۔ منادی کے ذریعے مسلمانوں کو جمع کیا منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا:۔ مجھے دوا کیلئے شہد کی ضروت ہے، اگر تم جازت دو تو بیت المال سے لے لوں ورنہ مجھ پر حرام ہے۔ مسلمانوں نے شہد لینے کی اجازت دی تو بیت المال کے شہد کو ہاتھ لگایا۔

حاکم کی ذمہ داری

حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ "جس بندہ کو اللہ کسی رعیت کا راعی، حاکم و نگران بنائے اور وہ اس کی خیر خواہی پوری پوری نہ کرے تو وہ حاکم جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکے گا"

اسلام انسانی زندگی کے سارے شعبوں کی راہنمائی کرتا ہے وہ عقائد و ایمانیات عبادات، اخلاق معاشرت اور معاملات کی طرح نظام حکومت کے بارے میں بھی مکمل احکام و ہدایات دیتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر اور حکمران جو عوام کا محافظ اور رکھوالا ہے اس کا فرض ہے کہ ان کی ضروریات کا خیال رکھے اور اگر اس سلسلے میں لاپرواہی کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجرم ہوگا اور جنت تو کیا اس کی خوشبو تک سے بھی محروم رہے گا۔

اسلام میں حکمران کو رعایا کے دکھ سکھ کی فکر

جس زمانے میں عرب شدید قحط سے دوچار تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس روغن زیتون سے چپڑی روٹی آتی ہے آپ نے پوچھا آج کل کیا سب لوگوں کو اس قسم کا کھانا میسر ہے تو جواب ملا نہیں۔ آپ نے اسی وقت کھانا واپس کر دیا۔ جب تک قحط دور نہ ہوگیا نہ گوشت کھایا اور نہ روغن زیتون کا ہاتھ لگایا۔ ذمہ داری اور آخرت کی بازپرس کا اس قدر احساس تھا کہ ہر وقت لرزہ بر اندام رہتے تھے رات کی تنہائی میں بیٹھ کر رو رو کر اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی دعائیں کرتے۔ ایک دن بیوی نے دیکھ لیا وجہ پوچھی آپ نے ٹالنا چاہا مگر بیوی نے اصرار کیا تو فرمایا۔

میں اس امت کے چھوٹے بڑے اور سیاہ سپید سارے معاملات کا ذمہ دار ہوں۔ ملک میں پھیلے ہوئے سارے غریب فقیر بے نوا اور قیدی میرے سپرد ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان کے متعلق مجھ سے سوال کرے گا اور رسول اللہ ﷺ ان کی طرف سے مدعی ہوں گے میں جب اپنی ذمہ داری اور قیامت کے دن اس کی جواب دہی کا تصور کرتا ہوں تو مارے خوف کے میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور آنسو نکل آتے ہیں۔ میں اس معاملے پر جس قدر غور کرتا ہوں اسی قدر میری حالت غیر ہوتی جاتی ہے۔ بعض لوگ آپ کے گریہ و بکا پر افسوس کرتے ہیں آپ جواب

دیتے ہیں کہ تم لوگ میرے رونے پر افسوس کرتے ہو حالانکہ اگر فرات کے کنارے بکری کا ایک بچہ بھی ہلاک ہو جائے تو عمر رضی اللہ عنہ اس کے بدلے میں پکڑا جائے گا۔

عادل حکمران اور ان کے فرائض تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم کبھی امارت کا تقاضانہ کرنا اگر تم کو وہ سونپ دی گئی ہو تو پھر تم کو اس کے سپرد کر دیا جائے گا۔

ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانت الی اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل[24]

ترجمہ و مفہوم:۔ اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کو ادا کر دو اور جب لوگوں میں فیصلہ کیا کرو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو۔

وان حکمت فاحکم بینہم بالقسط ان اللہ یحب المقسطین[25]

ترجمہ و مفہوم:۔"اور اگر آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو عدل و انصاف سے فیصلہ کریں یقیناً اللہ تعالی انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے"۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا اللہ سات قسم کے لوگوں کو اپنے سائے تلے جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہو گا۔ عادل حکمران وہ نوجوان جس کی نشوونما اللہ کی عبادت میں ہوئی وہ آدمی جس کا دل مسجد کے ساتھ معلق رہتا ہے یعنی ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں بے قرار ہو وہ دو آدمی جس کی محبت صرف اللہ کی رضا کیلئے ہے وہ آدمی جسے کوئی حسین و جمیل عورت گناہ کی دعوت دے اور وہ جواب دے میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں وہ آدمی جس نے کوئی صدقہ کیا اور اسے اتنا چھپایا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ چلتا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے خرچ کیا وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑیں۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حاکم قریش سے ہوں گے جب وہ فیصلہ کریں گے تو انصاف کریں گے جب وہ وعدہ کریں گے تو پورا کریں گے اور جب رحم وشفقت طلب کئے جائیں گے تو وہ رحم وشفقت کریں گے کی اوران میں جو ایسا نہیں کرے گا اس پر اللہ تعالی کے تمام فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو ان کا کوئی فرض قبول ہو گا نہ نفل۔

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ کی روایت ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا: عبدالرحمن امارت وحکومت کا سوال مت کرنا کیونکہ اگر وہ تیرے مطالبے پر تجھے دی گئی تو تو اس کے سپرد کر دیا جائے گا اور اگر وہ کسی مطالبے کے بغیر تجھے مل جائے تو اللہ تیری مدد کرے گا اور جب تو کسی چیز پر قسم اٹھالے اور تو سمجھو کہ اس کے علاوہ جو کام ہے وہ اس سے بہتر ہے تو تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کر کے وہ کام کر جو بہتر ہے اسی طرح حضرت قاسم بن محمدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی پھوپھی سے سنا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو شخص کسی کام کا والئی یا حاکم بنے اور اللہ اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے تو وہ اس کیلئے نیک وزیر مقرر فرما دیتا ہے اگر وہ بھول جائے تو وہ اس کو یاد کراتا ہے اور اگر اسے یاد ہو تو اس کی مدد کرتا ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن شماسہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدہ عائشہؓ کے پاس مسئلہ پوچھنے گیا تو انہوں نے پوچھا آپ کہاں سے ہیں میں نے کہا میں مصر سے ہوں تو انہوں نے کہا تمہارے ساتھ کے حاکم کا تمہارے مجاہدین کے ساتھ کیسا سلوک ہے؟ جواب دیا ہم نے اس سے کوئی ناپسندیدہ بات نہیں دیکھی۔ اگر ہم میں سے کسی کا اونٹ مر جائے تو اس کو اونٹ دے دیتا ہے اگر کسی کا غلام مر جائے تو وہ اس کو غلام دے دیتا ہے اور اگر کسی کو خرچے کی ضروت ہو تو وہ اس کو خرچہ دیتا ہے تو سیدہ عائشہ نے فرمایا میرے بھائی محمد بن ابی بکرؓ کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ مجھے اس سے نہیں روکتا کہ میں آپ کو وہ حدیث بیان کروں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے گھر میں سنی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ جو شخص میری امت کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنا اور پھر وہ ان کو کسی مشقت میں ڈالے تو تو بھی اس پر مشقت ڈال اور جو کوئی میری امت کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنے اور ان پر نرمی کرے تو تو بھی اس پر نرمی فرما۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمان امانت دار خزانچی جو اپنے مالک کے حکم کے مطابق خوش دلی سے اس شخص کو پورا پورا ادا کرے جس کے متعلق حکم دیا گیا ہے تو وہ صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔

حضرت کعب بن عجزہؓ بیان کرتے ہیں رسول کریم ﷺ ایک مرتبہ ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم نو تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا عنقریب میرے بعد امراء ہوں گے جس نے ان کے جھوٹ کی تصدیق کی اور ان کے ظلم پر اعانت کی پس وہ مجھ سے ہے اور نہ میں اس سے ہوں اور وہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد نہیں ہو گا اور جو ان کے جھوٹ پر ان کی تصدیق نہیں کرے گا اور ان کے ظلم پر ان کی مدد نہیں کرے گا تو وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں گا اور وہ میرے پاس حوض پر بھی وارد ہو گا۔

خود مالک کائنات نے فرمایا اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی باتیں کیا کرو اللہ تمہارے کام سنوار دے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کریم کی اطاعت کرے گا اس نے بڑی مراد پائی۔

سرکاری مناصب اور عہدوں کا استعمال صحابہ کرامؓ کے حضور

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خلیفہ مقرر ہوتے ہی اپنی پہلی تقریر میں فرمایا!

”لوگو! میں خلافت کا خواہش مند نہیں لیکن میرے کندھوں پر حکومت کی بھاری ذمہ داری ڈال دی گئی ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان بہترین آدمی نہ تھا۔ مجھے تمہارے مشورے اور تعاون کی ضرورت ہے، اگر میں ٹھیک ٹھیک کام کروں تو میرے ساتھ تعاون کرو اور اگر کج رو ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دو۔ صدق امانت ہے اور کذب خیانت ہے۔ اللہ کرے میں تمہارے کمزور اور طاقتور افراد میں فرق کے قائم کروں اور طاقتور سے کمزور کا حق چھین کر اس کے حق دار تک پہنچاؤں، جو قوم جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ دیتی ہے اللہ تعالی اس کو ذلیل وخوار رد یتا ہے، جس قوم میں بدکاری عام ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو گوناگوں مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے۔“

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مزید فرمایا:۔

"لوگوں جب تک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبر داری کرتا وہاں تم بھی میری اطاعت کرو لیکن جب میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام و قوانین کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت نہ کرو۔"

ایک بار مسلمان حکمران کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا!

"اللہ تعالیٰ کے احکام وہی شخص نافذ کر سکتا ہے جو نہ تو دوسروں کی نقالی کرے نہ مداہنت سے کام لے اور نہ اہواو اغراض کے پیچھے چلے، اللہ تعالیٰ کا حکم وہی شخص نافذ کر سکے گا جس کی قوت کار میں کبھی اضمحلال نہ پیدا ہو، جو فیاض اور وسیع القلب ہو اور جو حق کے معاملے میں اپنی جماعت سے نرمی نہ برتے۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا:۔

"اگر تم اپنے رفیق تک پہنچنا چاہتے ہو تو اپنی قمیض میں پیوند لگایا کرو، تہہ بند اونچا رکھو، اپنی جوتی خود ہی گانٹھ لیا کرو، موزے میں جوڑ لگالیا کرو، امیدیں کم کرو اور پیٹ بھر کر نہ کھاؤ۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک گورنر کعب بن مالک کو لکھا:۔

"اپنے کام کسی نائب کے سپرد کرو اور اپنے رفقاء کی ایک جماعت ساتھ لے کر سواد کی ایک ایک بستی کا دورہ کرو۔ وہاں کے باشندوں سے ان کے افسروں کے احوال دریافت کرو اور ان کی سیرت اور کردار کا جائزہ لو۔ اللہ تعالیٰ نے جو امور تمہاری نگرانی میں دئے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی فرمانبر داری کرتے ہوئے انجام دو۔"

"جان رکھو کہ دنیا فانی کے بعد آخرت کی زندگی آنے والی ہے اور ابن آدم کے اعمال کا پورا پورا ریکارڈ محفوظ ہے، تم جو کچھ کر چکے ہو اس کا بدلہ پاؤ گے اور جو نیکیاں آگے روانہ کر دیں وہ سب تمہارے سامنے آئیں گی، لہذا بھلے کام کرو تاکہ بھلا انجام وہ"

ایک عامل نے امیر المومنین عمر بن عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھا:

"میرا شہر اجڑ رہا ہے اس کی آبادی اور مرمت کے لئے کچھ رقم چاہیئے"

امیر المومنین عمر بن عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ نے جواب میں تحریر کیا:۔

"اپنے شہر کو عدل وانصاف کے ذریعے مستحکم اور آباد کرو، اسے ظلم و ستم اور بندگان خدا کی حق تلفی سے پاک رکھو، شہر کی آبادی اور مرمت اس طرح ہو گی۔"

امیر المومنین عمر بن عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اپنے گورنروں اور حکام کے متعلق فرمایا:۔

جو شخص ہمارا عامل بنے اس میں پانچ باتیں ہونی چاہیں:۔

۱۔ لوگوں کی ضروریات کو مجھ تک پہنچائے۔

۲۔ حق وعدل کے خلاف کوئی بات مجھ سے سرزد ہونے لگے تو فوراً ٹوک دے۔

۳۔ حق کے تمام معاملات میں میرے ساتھ تعاون کرے۔

۴۔ امانت و دیانت سے کام لے تاکہ نہ حکومت کے خزانے وک نقصان ہو نہ لوگوں پر زیادتی۔

۵۔ ہمارے سامنے کسی کی چغلی نہ کھائے۔

مسلمانوں کے منصب داروں کا احساس ذمہ داری اور وقت کی عدالت

اسلام عالمی طور پر مسلمان حاکم سے عدل اور عادلانہ نظام قائم کرنے کا مدعی ہے چاہے کوئی اپنا ہو یا پرایا اسلام اس کے ساتھ عدل کے برتاؤ کا تقاضا کرتا ہے امت مسلمہ کا دعویٰ بھی عدل قائم کرنا ہوتا ہے۔ ساتھ ہی اسلام تمام مسلمانوں سے قیام عدل کیلئے ہر شخص سے تعاون کرنے پر زور دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

تعاونوا علیٰ البر والتقویٰ ولا تعاونوا علیٰ الاثم والعدوان، واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب[26]

اسلام نے معاشرے میں حاکم کو اتنا مضبوط کیا ہے کہ کسی کا بغض، حسد و عناد کا طوفان اسے ٹیڑھا نہ کر سکے۔ اس وقت امت مسلمہ کو ایک عادل اور ذمہ دار حکمران کی ضرورت ہے۔ آج دنیا میں امن کے قیام کیلئے پاکستان نے بہت قربانیاں دیں مگر اس پر الزام لگانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ ہمارے ہاں ایسا کوئی عادل حاکم موجود نہیں جو ہمارے معاشرے میں اپنے عہدے اور منصب پر قرآن و سنت کے مطابق عمل کر سکے، حضرت عمر بن عبد العزیز کا ظہور اس وقت ہوا جب اسلامی قدریں معدوم ہو چکیں تھیں مگر آپ نے قوت ارادی سے اپنی ذمہ داری کو پہچانا اور چند روز میں دور فاروقی کی جھلک عود آئی۔ اس نظام کا دوسرا حصہ رواداری کا مظاہرہ کرنا ہے اگر ایک انسان دوسرے انسان کو اپنے پیمانے سے ناپے گا تو بات نہیں بنے گی، ذہن میں یہ خیال ہونا چاہئے کہ ہم نے کسی صورت بھی اپنے مسلمان بھائی کو اپنے سے جدا نہیں کرنا ہے۔ تو ایسی صورت میں بعض تلخ اور کڑوی باتیں بھی معاف کرنا ہوں گی۔ آپ ﷺ کی زندگی رواداری سے بھری پڑی ہے۔ ہماری بقاء قیام عدل اور رواداری کے اصولوں میں پنہاں ہے۔

کسی ملک کی قیادت جب تک صحیح اور مخلص نہیں ہو گی اس وقت تک وہ ملک ترقی نہیں کر سکے گا۔ اس وقت امت مسلمہ کے اکثر حکمران اپنے عوام کے خلاف مغربی سازش کا حصہ بنے ہوئے ہیں۔ آج کے ہمارے حکمرانوں میں اکثر ذاتی مفادات کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور وہ قائدانہ صلاحیتوں سے یکسر عاری ہیں۔ گذشتہ صفحات میں جن امور پر ہم نے بحث کی ہے وہ معاش ہو یا تعلیم، قیام عدل ہو یا رواداری سب حکمرانوں کی مرہون منت ہیں۔ قحط الرجال کے دور میں ہمارے حکمرانوں طبقہ میں خدا پر اعتماد کم سے کم اور مغربی طاقتوں پر زیادہ سے زیادہ ہوتا جا رہا ہے۔ جب حکمرانوں کا رخ مغرب کی طرف ہو تو پھیر اصلاح کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:۔

ان الذین قالو ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکۃ[27]

لوگوں جو اللہ کو حقیقی معنوں میں رب مانتے ہیں ان پر فرشتوں نازل ہوتے ہیں لیکن آج ہمارے اکثر حکمران لفظی طور پر تو خدا کو رب مانتے ہیں لیکن حقیقی طور پر وہ کسی اور قوت اور طاقت کو رب مان رہے ہوتے ہیں۔

حکام کو چاہئے کہ وہ خود کو قوم کا خادم اور خزانہ کا آمین سمجھیں نہ کہ ڈاکو اسلام نے حکمران کو سید القوم کا رہنما اصول دیا ہے وہ قومی خزانے کا مالک نہیں بلکہ اس کا محافظ اور چوکیدار ہوتا ہے۔ آج کے حکمران بیرونی دوروں پر کروڑوں کے حساب سے خرچ کرتے ہیں اور ان کیساتھ درجنوں ان کے چیلے اور خدمتگار ہوتے ہیں۔ مہنگے ہوٹلوں میں قیام اور مہنگا سفر یہ کام خام کا نہیں ہوتا حکمران تو قومی خزانہ کا آمین ہوتا ہے۔ امت مسلمہ کے حکمران آج بھی خود کو عوام کا حقیقی معنوں میں خادم سمجھنا شروع کردیں تو اور قومی خزانے کی حفاظت کرنا اپنا فرض سمجھیں تو امت مسلمہ میں انقلاب آسکتا ہے۔

ایک اور عنصر جو موجودہ دور کے مسلمان حکمرانوں میں حق گوئی اور بے باکی کا ہونا بہت ضروری ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت کے حوالے سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مسلمان حکمران ہمیشہ جرأت کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں چاہے ان کو اس کی کتنی ہی قیمت نہ ادا کرنا پڑے۔ لیکن آج ہمارے اکثر حکمران جرأت اور بے باکی سے عاری ہیں۔ آج سے امت مسلمہ کے سامنے جو حالات و واقعات پیش آرہے ہیں وہ سب کے سب قوم کے سامنے ہیں۔ مسلم امہ کے حکمرانوں کو چاہئے کہ وہ عقل و ہوش کے ناخن لیں اور اپنی قوم کے معیار زندگی اور ملی وقار کا سودا نہ کریں اور ذاتی مفاد کو عزیز تر نہ سمجھیں اور قرآن و سنت کی روشنی میں اپنے فرائض منصبی کو پورا کریں۔

حرف آخر

برصغیر کے مسلمانوں کی پاکستان ایک منزل تھا جس کیلئے ہندوستان کے مسلمانوں نے قربانیوں کی تاریخ اپنے لہو سے رقم کی، یہ ایک طویل جدوجہد کا حاصل ہے، اس کی بنیادوں میں بیشمار زندگیوں، عزتوں اور عصمتوں کے نذرانے ہیں، بعض نام تاریخ نے محفوظ کرلئے بعض تک مورخ کی نظر نہیں گئی، بہت سے نام اور گمنام مجاہدین کی قربانیاں صرف

اس لئے تھیں کہ ایک وطن ایسا ہو جہاں اسلام کی حکمرانی ہو اور جہاں ہم آزادی کی نعمتوں سے مالامال ہو سکیں کہ دل، ضمیر اور سوچ کی آزادی کیلئے جسم کی آزادی بھی ضروری ہے۔

ہمیں آزادی ملے کئی سال ہو گئے ہیں، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم ایک آزاد وطن کے آزاد شہری ہیں اور یہ بھی مقام شکر ہے کہ ہمارا وطن ایک نظریاتی مملکت ہے اور ہم ایک ایسے نظریے کے علمبر دار ہیں جو ہر اعتبار سے مکمل اور ہر لحاظ سے قابل عمل ہے مگر افسوس کہ ہم نے اصل مقصد کو نظر انداز کیا منزل پر پہنچ کر جمود، تن آسانی اور عیاشی کا شکار ہو گئے فکر کی تازگی اور عملی شگفتگی جاتی رہی کہ پانی رک جائے تو اس میں بو پیدا ہو جایا کرتی ہے ہمارا حال اس مسافر کا سا ہو گیا جو منزل پر پہنچ کر بھول گیا ہو کہ اس نے سفر کی صعوبتیں کس لئے برداشت کی تھیں، جس نے اپنی تاریخ اور اپنی روایات کو کھو دیا ہو، ایسے میں تعمیر و ترقی کا رک جانا لازم ہو جایا کرتا ہے اور منزل پر پہنچ کر بھی مسافر تماشا ہو جایا کرتا ہے گھر کیسا ہی ہو، رہنے والے اس کی حفاظت بھی کرتے ہیں اور اس کی زیب و زینت میں بھی اپنی کوششوں کو لگاتے ہیں مگر ہماری بے نیازی، بے حسی میں تبدیل ہو گئی اور ہم نے اپنی بد اعمالی کی سزا اپنے پیارے وطن کو دی ایسا وطن جس کی بنیاد قرآن کی آیتوں اور محبت کے آنسوؤں پر استوار تھی۔

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے وطن عزیز کی خاطر ہر وہ کام کریں جن کی قرآن و سنت میں اجازت ہے ہمیں چاہیں کہ ہم اپنے حکمرانوں کے انتخاب میں عقل سے کام لیں اور ایسے حکمران منتخب کریں جن کو احکام الٰہی اور سنت رسول ﷺ کا پاس ہو جو اپنی ذاتی انا کو بالائے طاق رکھ کر ملک و قوم کیلئے شبانہ روز کام کریں۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیک اور درد دل رکھنے والے صالح حکمران عطا فرمائیں۔ آمین۔

مصادر و مراجع

[1] ۔خلفائے راشدین کے عدالتی فیصلے

[2] ۔فیروز الغات

[3] ۔المومنون،8

[4] ۔سورۃ الحج۔14

[5] ۔سورۃ الحج۔14

[6] ۔سورۃ المائدۃ۔5

[7] ۔سورہ النساء۔85

[8] ۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عدالتی فیصلے

[9] ۔سورہ النساء۔85

[10] ۔سورۃ الاسراء۔43

[11] ۔سورۃ الاسراء۔125

[12] ۔

[13] . سورۃ النساء۔۵۸

[14] .

[15] .

[16] . سورۃ المائدہ۔۸

[17] .

[18] . سورۃ المومنون۔51

[19] ۔سورۃ البقرہ۔168

[20] ۔سورۃ البقرہ۔127ا

[21] ۔سورۃ البقرہ۔188

[22] ۔سورۃ الحشر:9

[23] ۔سورۃ النساء۔4

[24] ۔النساء۔85

[25] ۔النساء۔85

[26] ۔سورۃ المائدۃ۔5

[27] ۔سورۃ حم السجدہ۔14